بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فکر ونظر

'تعلیم' کے نام پر حکومتی جبر واستحصال

وطن عزیز حسبِ سابق سنگین بحرانوں سے دوچار ہے، جہاں ایک طرف سیاست اور الیکشن کا شور وغوغا ہے، وہاں ہلاکت وبربادی اور بدنظمی ولاقانونیت بھی اپنی انتہاؤں کو چھورہی ہے۔ دہشت گردی نے معصوم عوام سے آگے بڑھ کر نامور سیاستدانوں کو بھی اپنے گھیرے میں لے لیا ہے اور پاکستان کی سیاست خون آشام ہوچلی ہے اور اس میں ذلت ورسوائی کے ساتھ ساتھ اَب جان ہارنے کی رِیت بھی پختہ ہورہی ہے۔

یوں تو اس وقت کئی موضوعات اہل نظر کی توجہ کے متقاضی ہیں لیکن ایک دینی جریدہ ہونے کے ناطے ہم ایک ایسے مسئلہ کی طرف اپنے قارئین کی توجہ مبذول کرانا چاہتے ہیں جو اِن سنگین مسائل کی تہ میں دَب کر رہ گیا ہے۔ پاکستان کی سیاست میں دین دار طبقے کے اثر ورسوخ کوکنٹرول کرنے کے لئے عرصۂ دراز سے دینی اسناد کی منظوری کا مسئلہ غیرمعمولی اہمیت کا حامل رہا ہے۔ ماضی میں بھی دینی اسناد کی منظوری کو متحدہ مجلس عمل کے خلاف ایک اہم سیاسی ہتھکنڈہ کے طور پر استعمال کیا جاتا رہا اور جب بھی ایم ایم اے نے کسی مرحلہ پر اپنا سیاسی دباؤ استعمال کرنے کی کوشش کی تو عدالتی فیصلہ کی یہ تلوار اُنہیں اپنے خلاف لٹکتی نظر آئی......!

موجودہ الیکشن میں جہاں بہت سے دیگر واقعات غیرمعمولی اہمیت رکھتے ہیں، وہاں الیکشن کمیشن کا ایک حالیہ فیصلہ بھی انتہائی دوررَس اثرات کا حامل ہے جس میں دینی اسناد کے بارے میں ایک واضح اور فیصلہ کن موقف اختیار کرلیا گیا ہے۔ ذیل میں الیکشن ٹربیونل کے دینی اسناد کے حوالے سے تازہ ترین فیصلہ کے تذکرہ کے بعد اس پر ہمارا تبصرہ اور موقف نذرِ قارئین ہے:

۱۳ر دسمبر ۲۰۰۷ء بروز جمعرات، روزنامہ 'پاکستان' میں شائع ہونے والی خبر کے مطابق

''لاہور ہائیکورٹ کے الیکشن ٹربیونل کے دو جج صاحبان جسٹس محمد مزمل خاں اور جسٹس سردار محمد

www.KitaboSunnat.com

اسلم نے اپنے فیصلہ میں یہ قرار دیا کہ الیکشن ۲۰۰۸ء میں دینی مدارس کی اسناد کو تسلیم نہیں کیا جائے گا اور ایسے اُمیدوار الیکشن لڑنے کے سلسلے میں نااہل تصور ہوں گے۔ یاد رہے کہ گذشتہ انتخابات کے موقع پر ۲۵/ جولائی ۲۰۰۲ء کو ایک عدالتی فیصلہ کی رو سے دینی اسناد کے حامل اُمیدواروں کو الیکشن لڑنے کی اجازت دی گئی تھی جس فیصلہ کو عدالتِ عالیہ نے اُسی الیکشن کے ساتھ مخصوص قرار دیتے ہوئے آئندہ انتخابات کے لئے ایسے اُمیدواروں کو نااہل قرار دیا۔

فاضل عدالت نے یہ قرار دیا کہ صرف ایسے اُمیدوار انتخابات لڑنے کے اہل ہیں جنہوں نے دینی اسناد کے ساتھ بی اے کی انگریزی اور ایک مضمون کا سرکاری امتحان بھی پاس کیا ہو۔''

یاد رہے کہ گذشتہ ۵ سالوں میں ۶۴ ارکانِ اسمبلی انہی دینی اسناد کی بنا پر منتخب ہوکر اسمبلیوں میں پہنچے تھے لیکن حالیہ فیصلہ کے بعد اَب ایسے امیدوار الیکشن لڑنے کے اہل نہیں رہے۔ دو برس قبل ۲۰۰۵ء میں یونین کونسلوں کے انتخاب کے موقع پر سپریم کورٹ کے سامنے بھی یہی مسئلہ پیش آیا تھا تو اس وقت دینی اسناد کے بارے میں سپریم کورٹ نے واضح موقف اختیار کرنے کی بجائے اس امر کا فیصلہ کیا تھا کہ دینی اسناد کے بی اے کے برابر ہونے کا فیصلہ ہائر ایجوکیشن کمیشن کی سفارشات کی روشنی میں ہوگا، اور وہ جس سند کو بی اے کے برابر قرار دے گا، اسی اُمیدوار کو الیکشن لڑنے کی اجازت ہوگی۔ اس اُصولی فیصلہ کے بعد ماہِ جون ۲۰۰۶ء کے وسط میں قومی اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی کہ ضلع ژوب کے ناظم سمیت ۱۶/ ناظمین کو اُن کے عہدے سے صرف اس بنا پر ہٹا دیا گیا کہ ان کے پاس محض دینی تعلیم کی اَسناد تھیں اور جدید علوم کی سندیں موجود نہ تھیں۔ ان ناظموں کی جگہ پر دوسرے نمبر پر آنے والے اُمیدواروں کو عہدۂ نظامت سپرد کردیا گیا۔ اب لاہور ہائیکورٹ کے اس واضح اور دوٹوک فیصلہ کے بعد عملاً دینی مدارس کی اسناد کی علمی حیثیت کو بالکل بے وقعت کردیا گیا ہے۔

دینی جماعتوں کو الیکشن میں حصہ لینا چاہئے یا نہیں؟ اس بارے میں مختلف آرا ہوسکتی ہیں۔ موجودہ سیاسی عمل کی اسلام میں کس حد تک گنجائش ہے اور اس میں اہل دین کی شرکت سے اسلام کو فائدہ پہنچتا ہے یا نقصان؟ اس بارے میں بھی مختلف نظریات پائے جاتے ہیں۔ لیکن جو چیز ایک نمایاں مظہر کے طور پر سامنے آرہی ہے، وہ یہ ہے کہ قومی سطح پر وطن عزیز میں دینی

www.KitaboSunnat.com

مدارس سے غیر معمولی امتیاز کی روایت جڑ پکڑتی جارہی ہے اور علم کے حوالے سے وہی پالیسی جاری وساری ہے جو مغرب کے ملحدانہ نظریات کا حاصل ونتیجہ ہے۔ آزادی کے ۶۰ برس بعد بھی صرف اُسی علم اور اہلیت کو مستند گردانا جارہا ہے جو جدید مغربی علوم کے حوالے سے حاصل ہو۔ یہ چیز جہاں ایک مسلمان ہونے کے ناطے بالکل ناقابل قبول ہے کیونکہ قرآن وسنت سے اس تصورِ علم کی کھلی مخالفت ہوتی ہے، وہاں یہ رجحان خالصتاً سیکولر نظریات کا بھی آئینہ دار ہے!

جہاں تک قرآن وسنت کے نظریۂ علم کا تعلق ہے تو اس کی تفصیل آگے آرہی ہیں۔ ہماری نظر میں پاکستانی عدالت اور ہائر ایجوکیشن کمیشن کے یہ فیصلے سیکولر نظریات سے متاثر ہونے اور اسے اپنانے کا لازمی نتیجہ ہیں جبکہ آئین پاکستان میں سیکولرزم کی اُصولی طور پر کوئی گنجائش موجود نہیں ہے کیونکہ آئین کی رو سے پاکستان 'سیکولر' کی بجائے ایک اسلامی ملک ہے جس میں قرآن وسنت ہی سپریم لاء ہیں۔ مزید برآں دستورِ پاکستان میں نہ صرف شریعتِ اسلامیہ کے کئی قوانین کو جگہ دی گئی ہے بلکہ پاکستان میں وفاقی شرعی عدالت، اسلامی نظریاتی کونسل اور ادارہ تحقیقاتِ اسلامی وغیرہ جیسے کئی آئینی اسلامی ادارے بھی موجود ہیں۔

سیکولرزم کا یہ بنیادی تقاضا ہے کہ کسی بھی اجتماعی معاشرتی معاملہ میں مذہب کا حوالہ ناجائز قرار پائے۔ یہ سیکولر نظریات کو اپنانے ہی کا شاخسانہ ہے کہ دینی مدارس کی خدمات کو نہ تو دائرۂ علم میں شمار کیا جاتا ہے، اور نہ ہی وزراتِ تعلیم ان کے لئے تعلیمی پالیسی یا سالانہ بجٹ میں کوئی حصہ رکھتی ہے اور اُنہیں علم کے حوالے سے زیر بحث لانا ہی گوارا نہیں کرتی۔

یہ بھی سیکولر نظریات کو ماننے ہی کا نتیجہ ہے کہ دینی تعلیم کے فاضل حضرات کو اہل علم وفضل ہی شمار نہیں کیا جاتا جبکہ قرآن وحدیث اور ہمارے مسلم معاشرے کے روزمرہ 'عرف' کے اعتبار سے تو 'عالم' کا مصداق ہی دراصل قرآن وسنت کی تعلیم سے بہرہ ور لوگ قرار پاتے ہیں۔

یہ سیکولر نظریات کا ہی کرشمہ ہے کہ فن کے دائرۂ عمل میں بھی اگر کوئی مذہبی حوالہ آجائے تو وہ مذہبی عمل فن کے دائرہ سے نکل کر حکومتی سرپرستی سے بھی محروم ہونے کا حقدار ٹھہرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فن خوش الحانی جس کی اعلیٰ ترین شکل اگر تلاوتِ قرآن کی صورت میں سامنے آئے تو حکومت کے آرٹس اور کلچر کے ادارے اسے نظر انداز کرنے کی روش اپناتے ہیں لیکن جب یہی

www.KitaboSunnat.com

فن 'گلوکاری' کی شکل میں عشق و مستی اور محبوبہ کے جسم واَدا کا ہوسناک نقشہ کھینچے تو وہ گلوکار 'فنکار' کہلاتا، قومی اثاثہ قرار پاتا اور حکومتی گرانٹ کے علاوہ عوامی مقبولیت کا بھی مستحق ٹھہرتا ہے۔

یہ انہی سیکولر نظریات کا ہی حاصل ہے کہ اقوامِ متحدہ کے ضوابط کی رو سے مذہب کی بنیاد پر کوئی چندہ/ ڈونیشن حاصل کرنا ایک جرم ٹھہرتا ہے جبکہ اسلام ہمیں مذہب کی بنیاد پر ہی تمام صدقات وزکوٰۃ کی ترغیب دیتا ہے۔

دورِ حاضر کی دیگر بہت سی ناانصافیوں کی طرح ایک بڑی زیادتی وہ بھی ہے جو تعلیم کے میدان میں مسلمانوں سے برتی جارہی ہے۔ تعلیم کے خودساختہ تصور کے نام پر جہاں ایک طرف منتخب نمائندگان کو حق نمائندگی سے محروم کردیا جاتا ہے، وہاں اس طرح اسلام کے نظریۂ تعلیم سے بھی بہت بڑا مذاق کیا جارہا ہے۔ تعلیم کی اہمیت مسلمہ ہے اور کسی قوم کی تعمیر وتخریب میں اس کا کردار اہم ترین ہے۔ کسی قوم کی تربیت جس نہج پر کرنا مقصود ہو، اس سلسلے میں تعلیم بنیادی کردار ادا کرتی ہے۔ لیکن تعلیم محض ایک عمل کا نام ہے، اصل قابل غور امر یہ ہے کہ تعلیم کن نظریات اور مقاصد کے تحت دی جائے کیونکہ 'تعلیم برائے تعلیم' تو ایک مہمل تصور ہے!

تعلیم کے سلسلے میں بہت سے نظریات پائے جاتے ہیں، بعض لوگ اگر اس کا ہدف طالب علم کی ذاتی فلاح اور آئندہ زندگی میں پیش آنے والی ضروریات کی تکمیل کی بہتر استعداد کو ٹھہراتے ہیں تو کچھ لوگ اسے ریاستی مفادات کے تابع قرار دیتے ہیں۔ تعلیم کے سلسلے میں ایسے ہی مزید کئی نظریات بھی پائے جاتے ہیں جن کی تفصیل متعلقہ کتب میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ ہماری نظر میں ہر قوم کی تعلیم کو اس کے نظریاتِ زندگی کے تابع ہونا چاہئے۔ کسی قوم کے اَفراد جو 'ورلڈ ویو' رکھتے ہیں، اس کے نونہالوں اور نوجوانوں کی تعلیم وتربیت بھی اسی نہج پر ہونی چاہئے۔ ایک پاکستانی ہونے کے ناطے جہاں ہماری تعلیم کو ملکی ترقی اور وطنی استحکام کا باعث بننا چاہئے، وہاں ایک مسلمان ہونے کے ناطے اسے اسلام کے نظریۂ حیات سے بھی کلی طور پر ہم آہنگ ہونا چاہئے یعنی تعلیم ایسی ہو جو اسلامی تقاضوں کے مطابق ہمیں اچھا مسلمان بناسکے اور ہماری دنیا کے ساتھ ساتھ آخرت بھی سنور جائے۔

پاکستان کے اسلام کے نام پر معرضِ وجود میں آنے سے اہالیانِ پاکستان پر یہ فرض بھی

www.KitaboSunnat.com

عائد ہوتا ہے کہ ہماری تعلیم ایسی ہو جو اس مملکت ِخداداد کو حقیقی معنوں میں اسلام کا گہوارہ بنا دے۔ لیکن افسوسناک امر یہ ہے کہ تعلیم کے کئی ایک تصورات سے ہٹ کر ہماری حالیہ قومی تعلیمی پالیسی اور عدالتی فیصلے اس وقت گلوبلائزیشن کے عالمی ایجنڈے اور نیو ورلڈ آرڈر کے مفادات کے تابع ہوتے جارہے ہیں۔ ہر گہری نظر رکھنے والا شخص تعلیم کے میدان میں قومی سطح پر اپنائے جانے والے ان رجحانات کا بآسانی مشاہدہ کرسکتا ہے۔

'علم' کا مصداق؛ قرآن وسنت کی روشنی میں

جہاں تک اسلام کے نظریۂ تعلیم کا تعلق ہے تو یہ مغرب کے تعلیمی نظریہ سے کئی لحاظ سے بالکل مختلف ہے۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ اہل مغرب یک دنیوی مفادات کو پیش نظر رکھتے ہیں اور سیکولرزم پر یقین رکھنے کے باعث تعلیم میں الٰہیات کا عمل دخل درست قرار نہیں دیتے جبکہ مسلمان دنیا اور آخرت پر ایمان رکھنے کے سبب اسلامی ہدایات کی روشنی میں ہی اپنے نظریۂ تعلیم کو استوار کرتے ہیں۔ مسلمان بچوں کو دی جانے والی تعلیم لازماً مذہبی تعلیمات سے ہم آہنگ اور اَسلامی اہداف ومقاصد پر مبنی ہونی چاہئے۔ چنانچہ قرآنِ کریم نے تعلیم کے مغربی نظریہ کی تردید کرکے نبی آخر الزماںﷺ کو ایسی تعلیم سے پرے رہنے کا حکم دیا ہے جس کا مقصد فقط اِس دنیا کا مفاد ہو۔ سورۃ النجم میں ارشادِ باری ہے:

﴿ فَأَعْرِضْ عَن مَّن تَوَلَّىٰ عَن ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ إِلَّا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا * ذَٰلِكَ مَبْلَغُهُم مِّنَ الْعِلْمِ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَن ضَلَّ عَن سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدَىٰ ﴾ (النجم:۲۹)

"اے نبیﷺ! جو میرے ذکر سے منہ موڑتے ہیں اور صرف دنیوی زندگی کے طالب ہیں، ان سے اِعراض کر، ان کے عِلم کا مقصد وہدف تو بس اتنا ہی ہے۔ تیرا ربّ زیادہ جانتا ہے کہ کون اس کے راستے سے گمراہ ہے اور کون ہدایت یافتہ ......؟"

اس آیت میں واضح طور پر اس مغربی نظریۂ تعلیم کی نفی کی گئی ہے اور نبی کریمﷺ کو مخاطب کرکے مسلمانوں کو ایسے مقصدِ تعلیم سے اِعراض کرنے کا حکم دیا گیا ہے جس کا ہدف محض دنیا ہو اور جو اللہ کے ذکر سے خالی ہو......!

www.KitaboSunnat.com

☜ قرآنِ کریم مسلمانوں کو جو نظریۂ تعلیم دیتا ہے، وہ پہلی وحی میں موجود ہے لیکن افسوس کہ اس کے پہلے جملے سے آگے بڑھنے کا تکلف ہی گوارا نہیں کیا جاتا۔ پہلی وحی اِقرأ ہے اور اسی کے نام سے ہمارے ہاں اِقرأ سرچارج بھی عائد کیا گیا ہے، لیکن اس اِقْرَأ کا ہدف قرآن نے کیا قرار دیا ہے؟ اس کے لئے پہلی وحی کی آیات ملاحظہ فرمائیں:

﴿ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ٭ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ٭ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ٭ اَلَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ٭ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ٭ كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰى ٭ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ٭ اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى ﴾ (العلق:۱تا۸)

''پڑھ، اس ربّ کے نام کے ساتھ جس نے پیدا کیا۔ جس نے انسان کو لوتھڑے سے پیدا کیا، پڑھ اور تیرا ربّ بہت عزت والا ہے جس نے انسان کو وہ سکھایا جو وہ جانتا نہیں تھا۔ سچ مچ، انسان تو سرکشی کرتا ہے کیونکہ وہ اپنے آپ کو غنی خیال کرتا ہے لیکن آخرکار اسے تیرے ربّ کے پاس تو لوٹ کر جانا ہی ہے۔''

پہلی وحی کا مفہوم واضح ہے لیکن قرآن کے فلسفہ تعلیم کے مزید نکھار کے لئے اسے حسب ِذیل تین نکات میں پیش کیا جاتا ہے:

① تعلیم اس ربّ کے نام سے ہونی چاہئے جو انسان کا خالق ہے۔ گویا تعلیم کو خالق کی ہدایات اور رہنمائی پر اُستوار رہنا چاہئے۔

② اس معزز ربّ کے نام سے علم سیکھو جس نے انسان کو وہ علم سکھایا جو وہ جانتا نہیں تھا۔ گویا علم کا بنیادی ذریعہ اللہ کی وحی اور الہامی ہدایات ہیں۔

③ جو لوگ بے فکر ہوکر اس تعلیم کی پروا نہیں کرتے، اُنہیں ایک روز ربّ کے پاس تو جانا ہی ہے۔ گویا ایسی تعلیم حاصل نہ کرنا بے فکری کی دلیل ہے جس پر روزِ محشر، پکڑ کی وعید ہے۔

☜ ہمارے ہاں مغرب کے نظریۂ تعلیم اور نصاب ونظامِ تعلیم سے متاثر ہوکر لوگ اللہ اور اس کے رسول کی تعلیمات سیکھنے کو عِلم کے زمرے میں ہی شمار نہیں کرتے لیکن قرآن کا فیصلہ اس سے یکسر مختلف ہے، آیئے دیکھیں قرآن نے علم کا اطلاق کس پر کیا ہے؟ قرآنِ کریم علم کا اطلاق وحی اور الہامی ہدایات پر کرتا ہے جیسا کہ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے والد سے فرمایا:

﴿ يَا اَبَتِ اِنِّيْ قَدْ جَاءَنِيْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَأْتِكَ فَاتَّبِعْنِيْ اَهْدِكَ صِرَاطًا

www.KitaboSunnat.com

سَوِيًّا * يَا أَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطَانَ إِنَّ الشَّيْطَانَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا ﴾
''ابا جان! میرے پاس وہ عِلم آیا ہے، جو آپ کے پاس نہیں آیا۔ میری بات مانیں تاکہ میں آپ کو سیدھے رستے پر لے چلوں۔ ابا جان! شیطان کی پیروی مت کریں، وہ تو ربّ کا نافرمان ہے۔'' (مریم:۴۳،۴۴)

اس آیت میں واضح طور پرعلم کا مصداق وحی الٰہی کو قرار دیا گیا ہے، کیونکہ حضرت ابراہیم کے پاس آنے والی چیز وحی کے سوا اور کچھ نہیں تھی۔

اور نبی کریمﷺ کو یوں خطاب فرمایا گیا اور ساتھ یہ وعید سنائی گئی ہے:

﴿ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ بَعْدَ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيرٍ ﴾ (البقرۃ:۱۲۰)

''اگر تو نے علم آجانے کے بعد ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی کی تو اللہ سے تجھے بچانے اور مدد دینے والا کوئی نہ ہوگا۔''

ان آیاتِ کریمہ میں عِلم کا اطلاق کسی جدید علم مثلاً سائنس وٹیکنالوجی پر کرنے کی بجائے اس شے پر کیا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی نازل ہوتی ہے یعنی 'وحی'!

جدید مغربی علوم اور اسلامی علوم میں بنیادی فرق یہ ہے کہ جدید علوم انسان کے مشاہدے اور تجربے کا حاصل ہیں اور ان کا مطمحِ نظر انسان کے دنیوی مفادات تک ہی محدود ہے جبکہ اسلام کی نظر میں علم یوں تو مشاہدے اور تجربے سے بھی حاصل ہوتا ہے لیکن علم کی اعلیٰ اور حتمی ترین شکل وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کی صورت میں ملتی ہے۔ کیونکہ مشاہدے کی صورت میں تو حاصل ہونے والے علم میں غلطی کا امکان یا بہتری واصلاح کی گنجائش برقرار رہتی ہے جبکہ اللہ کی طرف سے عطا کردہ علم میں قیامت تک کسی کوتاہی یا غلطی کا کوئی شائبہ بھی موجود نہیں۔ یوں بھی اللہ کا عطا کردہ علم دنیا کے ساتھ ساتھ آخرت کی کامیابی کو بھی شامل ہے۔

اس سلسلے میں مسلمانوں کے برعکس غیر مسلموں کا رویہ فکری جبر اور انتہا پسندی پر مبنی ہے کیونکہ ایک طرف مسلمان 'علم' کے مآخذ کو مشاہدے اور تجربے سے خارج قرار نہیں دیتے لیکن علم کی اعلیٰ اور حتمی ترین شکل الہامی علم یعنی وحی کو سمجھتے ہیں۔ یہ علم نہ صرف حتمی ہے بلکہ اسلامی اعتقاد کے مطابق مسلمان کے ایمان واعتقاد کی بھی اساس قرار پاتا ہے۔ دوسری طرف اہل

www.KitaboSunnat.com

مغرب وحی والہام کی بنیاد پر حاصل ہونے والے علم کو تخیل یا واہمہ Myth سے زیادہ حیثیت دینے کے روادار نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ہر ایسی تحقیق کو جو وحی الٰہی کی بنیاد پر قائم ہو، دائرۂ تحقیق سے ہی خارج قرار دیتے ہیں۔

اہل مغرب کے اس تصور کی دو زمینی وجوہات ہیں: ایک تو ان کے مذاہب میں واقعتاً جو چیزیں وحی والہام کے طور پر موجود ہیں، وہ درحقیقت تحریف شدہ اوران کے اَحبار ورُہبان کے واہمات وتخیلات کا ہی نتیجہ ہیں۔ اس لحاظ سے اپنے مذہب کے حوالے سے ان کا یہ رویہ بالکل درست اور منطقی ہے۔ دوسرے، اگر وہ مسلمانوں کے نبی کریم ﷺ کے بیان کردہ حقائق جو قرآن وسنت کی شکل میں ہیں، کی مستند حیثیت کو تسلیم کرلیں تو اسلام قبول کیوں نہ کرلیں؟ ہم مسلمانوں کا ان اِلہامی حقائق کو تسلیم کرنا تو ہمارے ایمان کا تقاضا ہے کیونکہ قرآن کی آیت یا نبیؐ کے فرمان کو دل وجان سے تسلیم نہ کرنے والا شخص مسلمان ہونے کا حقدار ہی نہیں رہتا!

الغرض علم کے میدان میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کے تصورات میں بہت سے زمینی فرق موجود ہیں، لیکن ہمارے جدید تعلیم یافتہ مسلمان ان کو نظر انداز کرتے ہوئے مغرب کے نظریۂ علم پر ایمان لے آتے ہیں، اور اسلام کا نام لینے کے باوجود اپنے عمل سے یہی ثابت کرتے ہیں کہ واقعتاً وہ بھی نعوذ باللہ قرآن وسنت پر مبنی علم کو واہمہ سے زیادہ حیثیت دینے کو بالکل تیار نہیں اور اس علم کے حامل لوگوں کو اس منصب واہلیت پر فائز نہیں سمجھتے کہ وہ قوم کے اجتماعی مسائل میں رہنمائی کی صلاحیت سے بہرہ ور ہوں۔ یہ تصور اور سوچ ایک مسلمان کے لئے انتہائی مکروہ اور گھناؤنی ہے......!!

☜ قرآنِ کریم تو اُنہیں ہی اہل علم قرار دیتا ہے جن کے علم کا نتیجہ اللہ پر ایمان اور اس کی خشیت کی شکل میں سامنے آئے۔ درج ذیل آیات ملاحظہ ہوں:

﴿وَالرَّاسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ آمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا﴾ (آلِ عمران:۷)

''علم میں پختہ کار لوگ تو یہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر ایمان لائے، ہر شے تو ہمارے ربّ کی طرف سے ہے۔''

ایسے ہی: ﴿إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ﴾ (الفاطر:۲۸)

www.KitaboSunnat.com

''علم رکھنے والے ہی اللہ کی خشیت اختیار کرتے ہیں۔''

ان آیات سے پتہ چلتا ہے کہ قرآن کی زبان میں علم کا نتیجہ یہ ہے کہ انسان اللہ پر ایمان لائے اور اللہ سے ہی ہر خیر کی اُمید رکھے۔گویا جس علم سے اللہ کی خشیت حاصل نہ ہو، وہ علم کا حقیقی مصداق نہیں ہے۔اسی سے قرآن وسنت کے مقابلے میں جدید علوم کی حیثیت اور حقیقت بھی واضح ہوجاتی ہے۔غور طلب امر یہ ہے کہ قرآن ایک چیز کو صراحت کے ساتھ علم قرار دیتا ہے لیکن ہمارے حکمران قرآن وسنت کی تعلیمات سے باخبر علما کو بے علم ہونے کا طعنہ دے کر صرف اُنہیں ہی علم والا قرار دیتے ہیں جنہیں یورپ سے مستند اور منظور شدہ تعلیمی سندات حاصل ہوں لیکن یاد رکھئے کہ اللہ کے ہاں ایسے علم کی کوئی قدر و قیمت نہیں!

تعلیم یافتہ ہونے کا یہ فیصلہ تو مغرب نواز 'مسلم' حکمرانوں اور اربابِ اختیار کا ہے لیکن قرآن کا نظریۂ تعلیم اس کے برعکس ہمیں محض دنیاوی مفادات کے تابع اور اللہ کی یاد سے خالی علم سے کنارہ کش ہونے کا حکم دیتا ہے بلکہ دینی علم سے گریز کرنے پر روزِ محشر کی وعید کا بھی اضافہ کرتا ہے، جیسا کہ پیچھے سورۃ النجم کی آیات گزر چکی ہیں۔

یہ ہے تعلیم وتعلّم کے میدان میں مغرب کا فکری جبر جسے ہمارے ہاں جدید تعلیم یافتہ لوگوں نے لفظ بہ لفظ اختیار کررکھا ہے۔افسوس کہ مغرب کی یہ ذہنی غلامی مسلمانوں کو ان کی اساس سے کاٹنا اور حقیقی اہل علم کو 'لاعلمی' کا طعنہ دے کر انسانوں کی نمائندگی سے محروم کرنا چاہتی ہے۔

حدیثِ نبوی کا نظریۂ تعلیم بھی ملاحظہ ہو:

نبی کریم ﷺ نے اپنا مقصدِ بعثت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

«إنما بُعِثتُ مُعَلِّمًا » (سنن ابن ماجہ:۲۹۹)☆

''مجھے علم سکھانے والا یعنی اُستاد بنا کر بھیجا گیا ہے۔''

غور طلب امر یہ ہے کہ آپ نے اپنی اُمت کو کس چیز کی تعلیم دی؟ زندگی گزارنے کا طریقہ☆، انسانوں سے میل جول کے آداب، اللہ اور بندوں کے حقوق وفرائض۔ یہ وہ تعلیم تھی

☆ یہ فرمان متعدد کتبِ حدیث میں ایک لمبی روایت کے آخر میں بیان ہوا ہے لیکن تمام روایات کی اسناد ضعف سے خالی نہیں، بہرحال اس حدیث کے مفہوم کی تائید اور تشریح دیگر احادیث اور قرآن کی اس آیت سے ہوتی ہے: ﴿وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ﴾ (البقرۃ:۱۲۹) کہ ''آپ ؐاُنہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔''

www.KitaboSunnat.com

جس نے بادیہ نشین عرب کو دنیا کی قیادت وسیادت کا وارث بنادیا۔ اس تعلیم نے اُنہیں جہانبانی کے آداب بھی سکھائے اور ایسا معاشرہ قائم کردیا کہ وہ پرسکون معاشرہ اور فلاحی ریاست چودہ صدیوں کے بعد، اس چکا چوند ترقی کے دور میں بھی ایک خواب نظر آتا ہے۔ وہ دور جب بندوں سے کوئی مانگنے والا نہ ملے اور ہر ایک کی ضروریات اس کی دہلیز پر پوری ہوتی ہوں۔ لیکن افسوس کہ اس تعلیم کی اہمیت سے بے بہرہ آج کے حکمران دربارِ رسالتؐ سے ملنے والے اس علم کو 'علم' ہی تسلیم نہیں کرتے۔ کیونکہ ان کی آنکھیں مغرب کی پرفریب ترقی نے خیرہ کررکھی ہیں جس کا ظاہر بڑا دل فریب اور دیدہ زیب لیکن اندر انسانیت سسکتی ہے اور فطری جذبے پامال کئے جاتے ہیں؛ وہاں چین وسکون عنقا اور زندگی کی خوشیاں اور اطمینان گم کردہ متاع ہیں۔ ایک اور فرمانِ نبویؐ ہے کہ

«وإن العلماء ورثة الأنبياء وإن الإنبياء لم يورثوا دينارًا ولا درهمًا، ورثوا **العلم** فمن أخذه أخذ بحظ وافر » (سنن ابوداؤد: ۳۶۴۱'صحیح')

''علما ہی انبیا کے وارث ہیں۔ نبیوں نے اپنے پیچھے درہم ودینار کی وراثت نہیں چھوڑی، اُنہوں نے اپنے پیچھے علم چھوڑا ہے۔ جس نے یہ عِلم سیکھا، گویا اس نے متاعِ گراں مایہ حاصل کی۔''

اس حدیثِ نبوی میں علم کو انبیا کی وراثت قرار دیا گیا ہے، لیکن اس علم سے کون سا علم مراد ہے جو انبیا کی وراثت ہے؟ انبیا کی وراثت شریعتِ اسلامیہ کا علم ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ کے صحابی حضرت ابوحاتمؓ اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں:

"في هذا الحديث بيان واضح أن العلماء الذين لهم الفضل الذي ذكرنٰهم الذين يعلمون علم النبي ﷺ دون غيره من سائر العلوم ألا تراه يقول «العلماء ورثة الأنبياء » والأنبياء لم يورثوا إلا العلم وعلم نبينا ﷺ

☆ حضرت سلمانؓ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: قيل له قد علَّمَكم نبيكم ﷺ كل شيء حتى الخراءة قال فقال: أجل لقد نهانا أن نستقبل القبلة لِغائط أو بول أو أن نستنجي باليمين أو أن نستجي بأقل من ثلاثة أحجار أو أن نستنجي برجيع أو بعظم (مسلم: ۲۸۵)

''انہیں کہا گیا کہ تمہارے نبیﷺ نے تو تمہیں ہر چیز کی تعلیم دی ہے، حتیٰ کہ تمہیں قضاے حاجت تک کا طریقہ سکھایا ہے۔ اُنہوں نے جواب دیا: بالکل، ہمیں ہمارے نبیﷺ نے قبلہ رخ ہوکر پیشاب وپاخانہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔ دائیں ہاتھ سے استنجا کرنے، تین سے کم پتھروں سے استنجا کرنے یا گوبر اور ہڈی سے بھی استنجا کرنے سے منع فرمایا ہے۔

www.KitaboSunnat.com

سنّته فمن تعرى عن معرفتها لم يكن من ورثة الأنبياء" (صحیح ابن حبان: ۸۸ 'صحیح')

''اس حدیث میں واضح طور پر یہ بیان کیا گیا ہے کہ ایسے فضیلت والے علما جن کا ہم نے ابھی تذکرہ کیا ہے، وہ ہیں جو دیگر تمام علوم کو چھوڑ کر علم نبویؐ سیکھتے ہیں۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ آپ ﷺ نے علما کو انبیا کا وارث قرار دیا ہے اور انبیاے کرام نے علم کے سوا کوئی وراثت نہیں چھوڑی؟ ہمارے نبی ﷺ کی وراثت آپ کی سنتِ مطہرہ ہے۔ جو سنتِ مطہرہ کے علوم سے غافل ہے، وہ انبیا کا وارث نہیں ہے۔''

نبی اکرم ﷺ نے اپنے پیچھے کیا چھوڑا ہے، اس ترکہ کا تذکرہ آپؐ کی اپنی زبانی سنئے:

«تركت فيكم أمرين لن تضلوا ما تمسكم بهما: كتاب الله وسنة نبيه»

''میں تم میں دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں، تم ہرگز گمراہ نہ ہوگے، اگر اُنہیں مضبوطی سے تھامے رکھا: اللہ کی کتاب اور اس کے نبی کی سنت'' (موطا امام مالک: رقم:۱۵۹۴ 'حسن')

اس امر میں کوئی شبہ نہیں کہ آج بھی مسلم معاشرے میں جو مقام ایک مخلص ومتقی اور باعمل عالم دین کو دیا جاتا ہے، اس کے مساوی کوئی اور مرتبہ نہیں ہوتا لیکن یہ اس کی ذاتی شان وشوکت نہیں بلکہ اس کلامِ الٰہی کی برکت اور فرمانِ نبویؐ کا فیض ہے کہ لوگ ان سے پہلو تہی نہیں کرسکتے (البتہ دین کا علم رکھنے والے جو لوگ اپنے علم پر عمل نہیں کرتے تو ان کی وعید بھی عوام الناس کی نسبت بہت سنگین ہے)۔ علم نبویؐ کا مقام ومرتبہ بڑا ہی عظیم الشان ہے جس کے بارے میں کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

أهل الحديث هم أهل النبي وإن لم يصحبوا نفسه أنفاسه صحبوا

''حدیثِ نبویؐ کا دن رات وِرد کرنے والے نبی کریم ﷺ کے اہل وعیال ہیں جنہیں صحبت کا شرف تو حاصل نہیں، لیکن ان کے سانس ہمہ وقت آپ کی باتوں سے معطر رہتے ہیں۔''

مراد یہ ہے کہ جو شخص دن رات کلامِ الٰہی اور فرمانِ نبویؐ میں بسر کرتا ہو، وہ گویا اللہ سے ہم کلام اور صحبتِ نبویؐ سے مشرف رہتا ہے، اور اس کا مقام نبی کریم ﷺ کے 'اہل' کا ہے۔ اسی سے علما کے مقام ومرتبہ کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

☜ نبی کریم ﷺ نے علم حاصل کرنے کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

«من سلك طريقًا يبتغي فيه علمًا سلك الله له طريقًا إلى الجنة وإن

www.KitaboSunnat.com

الملائكة لتضع أجنحتها رضًا لطالب العلم وإن العالم ليستغفر له مَن في السموات ومن في الأرض حتى الحيتان في الماء وفضل العالم على العابد كفضل القمر على سائر الكواكب » (جامع ترمذی:۲۶۸۲'صحیح')

''جو شخص عِلم سیکھنے کے رستے پر چلتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت کے رستہ پر چلا دیتے ہیں اور طالب علم کے اعزاز واکرام میں اللہ تعالیٰ کے فرشتے اپنے پر بچھاتے ہیں۔ اور عالم دین کے لئے اللہ تعالیٰ سے زمین وآسمان میں موجود ہر چیز استغفار کرتی ہے حتیٰ کہ پانی میں موجود مچھلیاں بھی۔ عالم کا کسی عبادت گزار سے مقام ومرتبہ میں وہی فرق ہے جیسے چاند تمام ستاروں میں نمایاں ہوتا ہے۔''

مذکورہ بالا احادیث کے مفہوم پر ذرا سا بھی غور کریں تو اس امر میں کوئی شبہ نہیں رہتا کہ کس علم سے جنت کا راستہ ہموار ہوتا اور کس علم کے لئے فرشتے اپنے پر فرشِ راہ کئے دیتے ہیں۔ وہ علم جو اللہ کی بجائے دنیا پروری سکھائے اور مادّی منفعت کے پیش نظر سیکھا جائے، کیا یہ اس کے درجات وفضیلت کا بیان ہے یا اس علم کے درجات کا جو اللہ کی رضا، اس کی عبادت اور اس کی عطا کردہ رہنمائی کو سمجھنے کے لئے حاصل کیا جاتا ہو......؟

نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ

«من يُّرِدِ الله به خيرًا يفقهه في الدين » (صحیح بخاری:۷۱،۳۱۱۶،۷۳۱۲)

''جس سے اللہ خیر خواہی کا ارادہ فرماتے ہیں، اس کو دین کی سمجھ عطا فرماتے ہیں۔''

اس حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ دین کی سمجھ بوجھ اور اس کی فقاہت وعلم اللہ کا بہت بڑا احسان اور اس کی اپنی بارگاہ میں پسندیدگی کا نتیجہ ہے۔ ایسے اہل علم کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں اپنی ذاتِ عزوجل اور اپنے رسول ﷺ کے ساتھ کیا ہے:

﴿شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ﴾

''اللہ نے خود بھی اس بات کی گواہی دی ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اور فرشتوں نے بھی اور اہل علم نے بھی راستی اور انصاف کے ساتھ یہی گواہی دی ہے۔'' (آل عمران:۱۸)

☜ اسلام نہ صرف علم پرور اور علم دوست دین ہے، بلکہ ہر مسلمان پر علم سیکھنے کو فرض بھی قرار دیتا ہے، فرمانِ نبوی ﷺ ہے:

www.KitaboSunnat.com

«طلب العلم فريضة علىٰ كل مسلم » (سنن ابن ماجہ: ۲۲۰ 'صحیح')

''ہر مسلمان پر علم سیکھنا فرض ہے۔''

مذکورہ بالا آیات واحادیث کی روشنی میں اس فرض علم کا تعین بھی بخوبی ہوجاتا ہے کہ اس سے علم حقیقی یعنی علم دینی مراد ہے کیونکہ جہاں تک علومِ آلیہ ہیں، مثلاً لکھنا پڑھنا یا جدید سائنسز مثلاً ریاضی، فزکس کیمسٹری وغیرہ تو وہ کئی صحابہؓ کے علاوہ خود نبی ﷺ کو بھی معلوم نہیں☆ تھے۔

آج ہر سکول کے صدر دروازے پر یہ فرمانِ نبویؐ تو آویزاں نظر آتا ہے لیکن اس کے مفہوم پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ اس فرمان سے مراد سراسر دینی علم ہے کیونکہ ظاہر سی بات ہے کہ نبی کریم ﷺ کے صحابہؓ نے اس فرض علم کو حاصل کیا تھا، وگرنہ وہ سارے اس فرض علم کو ترک کرنے کی بنا پر گناہ گار ٹھہرتے اور خیر القرون کا مصداق بننے سے بھی محروم رہتے۔ اب غور کیجئے تو معلوم ہوگا کہ صحابہؓ میں سے گنتی کے چند لوگ⊙ تھے جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے، البتہ سب لوگ دین کا ضروری علم لازماً جانتے تھے۔ اسی سے پتہ چل جاتا ہے کہ اس حدیثِ مبارکہ کا مصداق کون سا علم ہے جو ہر مسلمان پر سیکھنا فرض ہے۔ آج بحیثیتِ قوم ہم مسلمانوں کے پیچھے رہ جانے کی وجہ اپنے دین سے دوری اور اسلامی عقائد ونظریات سے لاعلمی ہے جس کے پس پردہ دراصل اس فرض تعلیم کو چھوڑنے بلکہ نظر انداز کرنے کی سنگین کوتاہی کارفرما ہے۔ ہر مسلمان پر کس قدر دینی علم فرض ہے؟ اس کی تفصیل ہم آئندہ کسی مضمون میں مستقل طور پر زیر بحث لائیں گے۔ ان شاء اللہ

☆ علم کو لازماً لکھنے پڑھنے کے ساتھ مشروط سمجھنا سطحی انداز ہے، کیونکہ بہت سے نابینا لوگ بھی لکھنے پڑھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے لیکن وہ حافظِ قرآن سے مفتی اعظم تک بنتے رہے ہیں۔ نبی کریم ﷺ علم وفضل میں بلند ترین شان رکھتے ہیں اور معلم انسانیت ہیں۔ لیکن قرآنِ کریم کو کہیں سے نقل کرلانے کے اِلزام کا جڑ سے خاتمہ کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو لکھنا پڑھنا نہیں سکھایا، یہی راجح مسلک ہے، قرآنِ کریم میں ہے:

﴿وَمَا كُنتَ تَتْلُو مِن قَبْلِهِ مِن كِتَابٍ وَلَا تَخُطُّهُ بِيَمِينِكَ إِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُونَ﴾

''اے نبی! اس سے قبل آپ کوئی لکھی چیز پڑھ نہیں سکتے تھے، نہ ہی اپنے داہنے ہاتھ سے لکھ سکتے تھے، مبادا یہ کہ آپ کو جھٹلانے والے شک وشبہ کا شکار نہ ہوجائیں۔'' (العنکبوت، ۴۸)

⊙ دیکھئے اسی شمارہ میں شائع شدہ مضمون 'مصحف شریف؛ ایک تاریخی جائزہ' کا صفحہ اوّل

www.KitaboSunnat.com

علم...... دینی اور دنیاوی؟

مذکورہ بالا بحث کا یہ مفہوم نہیں ہے کہ علم کو صرف کتاب وسنت میں ہی محدود ومنحصر کردیا جائے اوراس کے علاوہ دیگر علوم کو علم کے زمرہ سے ہی خارج سمجھا جائے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اصل اور حقیقی علم جس کی شان اور فضیلت دوسرے علوم سے زیادہ ہے، وہ کتاب وسنت کا علم ہے۔ لیکن افسوس کہ ہمارے ہاں اس بنیادی اور افضل☆ ترین علم کو ہی لاعلمی قرار دیا جارہا ہے اوراس کے فروغ کی حکومتی ذمہ داری پوری کرنے کی بجائے اس کا خاتمہ کرنے کی سعی مذموم عرصۂ دراز سے جاری ہے۔اسی مغالطے کے ازالے کے لئے ہی مذکورۃ الصدر آیات واحادیث کا تذکرہ کیا گیا۔

دیگر تجرباتی علوم کے سلسلے میں اسلام کا نظریۂ تعلیم یہ ہے کہ ہر شعبۂ حیات میں تعلیم وتعلّم کے اَہداف ومقاصد اوراس کا فلسفہ ونظریہ کتاب وسنت سے حاصل کیا جائے، اوراس کی روشنی میں ہی آگے بڑھا جائے۔ یوں تو کتاب وسنت میں تمام مشاہدات وتجربات کی تفصیل موجود نہیں ہے، لیکن ان مظاہر فطرت کی جستجو کرنے کی خوب خوب حوصلہ افزائی بلکہ دعوت واِصرار پایا جاتا ہے۔ اگر ہر شعبۂ علم کے فلسفہ واَہداف کا تعین قرآن وسنت کی روشنی میں کردیا جائے تو پھر علوم کی دینی ودنیاوی تقسیم ہی باقی نہیں رہتی۔ یاد رہے کہ دینی اور دنیوی علوم کی یہ ثنویت مغربی نظریۂ تعلیم کے باعث مسلمانوں میں پیدا ہوئی ہے جہاں علم کے میدان سے مذہب کو نکال کر صرف انسانی ضروریات اور تعیّشات کے لئے نظامِ تعلیم کو محض مادّی بنیادوں پر استوار کردیا گیا جس کے نتیجے میں علم کی دو قسمیں ہوگئیں۔

تعلیم کو دینی ودنیاوی تقسیم میں بانٹنے کی بجائے اسے پیش نظر مقاصد واہداف کے لحاظ سے

☆ دینی تعلیم کی افضلیت پر نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان ملاحظہ ہو: «خيركم من تعلم القرآن وعلَّمه» ''تم میں سب سے بہترین وہ ہے کہ قرآن سیکھتا اوراسے سکھاتا ہے۔'' (صحیح بخاری:۴۶۳۹)

اور عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«لا حسد إلا في اثنتين رجل آتاه الله مالا فسلطه على هلكته في الحق ورجل آتاه الله الحكمة فهو يقضي بها ويُعلِّمها» (صحیح بخاری:۷۳) ''دو قسم کے آدمی قابل رشک ہیں، ایک وہ آدمی جسے اللہ نے مال سے نوازا اور وہ اسے حق کی راہ میں لٹاتا ہے، اور دوسرا وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے حکمت (دینی علم) سے بہرہ ور فرمایا اور وہ اسی کے ساتھ فیصلے کرتا اور لوگوں کو اس کی تعلیم دیتا ہے۔''

www.KitaboSunnat.com

دیکھنا چاہئے۔ مقاصد واہداف کی اہمیت اس قدر مسلم ہے کہ اس کی رو سے حضرت زیدؓ بن ثابت کا سریانی زبان سیکھنا بھی عظیم دینی خدمت قرار پاتا ہے اور غیر مسلموں (مستشرقین) کا اعتراض کی نیت سے قرآن وسنت سیکھنا بھی دین دشمنی بن جاتا ہے۔ ایسے ہی اسلام نے بھی دینی علم کو دنیاوی مفادات کے تحت سیکھنے پر سنگین وعید☆ سنائی ہے۔

اسلام نے کسی بھی مفید علم کو ناجائز قرار نہیں دیا۔ مسلم ذخیرۂ علم میں علوم کو دو قسموں پر تقسیم کیا گیا ہے: ایک علم نافع اور دوسرا علم غیر نافع۔ چنانچہ ہر وہ علم جو مسلمان کے عقیدہ وعمل کے اعتبار سے نفع بخش ہے، وہ سیکھنا نہ صرف جائز ہے بلکہ اس کی غیر معمولی ترغیب بھی ملتی ہے۔ نبی ﷺ نے اپنی بہت سے دعاؤں میں جہاں علم نافع کی دعا فرمائی ہے، مثلاً «اللهم إني أسئلك علمًا نافعا ورزقًا طيِّبًا وعَمَلاً مُّتقبَّلا »(سنن ابن ماجہ:۹۲۵،صحیح) وہاں غیر نافع علم سے اللہ کی پناہ بھی طلب کی ہے۔ جیسا کہ آپؐ کی ایک لمبی دعا میں یہ الفاظ موجود ہیں:

«وأعوذ بك من علم لا ينفع ومن قلب لايخشع ...... » الخ

''باری تعالیٰ! مجھے ایسے علم سے پناہ دینا جو نفع بخش نہ ہو اور ایسے دل سے عافیت دینا جو تیری خشیت سے خالی ہو۔الخ'' (صحیح مسلم:۴۸۹۹)

چنانچہ اسلام کا اپنے ماننے والوں سے جہاں یہ تقاضا ہے کہ وہ انسان کی اوّلین اور اساسی ضرورت یعنی 'مذہب' کی تعلیم حاصل کریں، وہاں مسلم معاشروں کی دیگر ضروریات کی تعلیم حاصل کرنا بھی فرضِ کفایہ ہے تاکہ معاشرہ مناسب طور پر ہر شعبہ زندگی میں آگے بڑھ سکے، مثلاً دفاع وتحفظ کے نقطہ نظر سے ان حربی میدانوں میں بھی سائنس وٹیکنالوجی کی تعلیم حاصل کرنا اسلامی فریضہ ہے جس کے ذریعے اسلام کا دفاع کیا جاسکے اور اللہ کا کلمہ بلند کرنے کے وسائل میسر آسکیں۔

اس کے باوجود دینی علوم براہِ راست دین ہونے کے ناطے افضلیت رکھتے ہیں۔ البتہ

☆علم دین کو دنیاوی مقاصد کے تحت حاصل کرنا حرام ہے، فرمانِ نبویؐ ہے: «من طلب العلم ليُجاري به العلماء أو ليُماري به السفهاء أو يَصرفَ به وجوه الناس إليه أدخله الله النار » ''جو شخص اسلئے علم سیکھتا ہے کہ علما میں اس کا شمار کیا جائے یا نادانوں کے ساتھ وہ بحث مباحثہ کرے اور لوگوں کے چہرے اپنی طرف پھیر کر بلند مقام پائے تو اللہ اس کو آگ میں داخل کریں گے۔ (ترمذی:۲۶۵۴'حسن')

اس حدیث میں بھی علم کا غالب مصداق دینی علم کو ہی قرار دیا جاسکتا ہے یا اس کو تمام علوم پر پھیلا لیا جائے؟

www.KitaboSunnat.com

دیگر علوم کو دینی مقاصد کے تابع ہونے کی وجہ سے باعث ِثواب قرار دیا جاتا ہے۔ ہر دو میں ایک توازن اور حفظ ِمراتب ملحوظ رکھا جانا چاہیے۔ اسلامی نقطہ نظر سے جس دین کی حفاظت اور فروغ کے لئے جدید علوم سیکھنے کی ضرورت ہے، سب سے پہلے اسی دین کی تعلیم وتعلّم کے ساتھ چند ممتاز لوگوں کو وابستہ ہونا چاہیے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے انسان حضرت آدمؑ کو دنیا میں بھیجتے ہوئے اُنہیں نبوت ورسالت سے بھی سرفراز فرمایا کیونکہ مقصد ِحیات اور زندگی کو بسر کرنے کا طریقہ انسان کی اوّلین ضرورت ہے، اور یہی دین کا اصل موضوع ہے۔

اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ

① دینی علوم کو دیگر علوم پر فضیلت ومرتبہ حاصل ہے اور مسلم معاشرے میں سب سے پہلے ان کے سکھانے کا انتظام ہونا چاہیے کیونکہ انسان کی اوّلین ضرورت انہی سے وابستہ ہے۔

② معاشرے کی ضروریات کی تکمیل کیلئے دیگر علوم سیکھنے بھی ضروری ہیں، لیکن ان علوم کے اہداف ومقاصد کا تعین لازماً اسلامی ہدایات کی روشنی میں ہی کیا جائے گا، میسر احکامات ورجحانات سے بھی بھرپور استفادہ کیا جائے گا اور حالات کے پیش نظر تمام علوم میں ایک توازن برقرار رکھا جائے گا۔ موجودہ زمانے میں علومِ اسلامیہ کو ایک شعبہ میں محصور کرکے تمام دیگر علوم کو اسلامی رہنمائی سے محروم کردینا کسی طور درست نہیں۔

③ علوم کو دینی ودنیاوی میں بانٹنے کی بجائے مقاصد کے پیش نظر تقسیم کیا جائے، دینی علوم براہِ راست دین سے وابستہ ہونے کی بنا پر زیادہ باعث ِثواب ہیں، البتہ دینی مقاصد کے تحت سیکھے جانے والے علوم بھی نیک مقاصد کی وجہ سے عنداللہ اجر کے مستحق ہوں گے۔ محض دنیا کمانے اور اللہ کی یاد سے غافل کرنے والے علوم کی حوصلہ شکنی کی جائے۔

ایک طرف تعلیم وتعلّم کے میدان میں قرآن وسنت کے نظریات یہ ہیں اور دوسری طرف ہمارے مسلمان اربابِ اختیار کی دانش وحکمت کا یہ حال ہے کہ وہ قرآن وسنت کی تعلیم حاصل کرنے والوں کو علم سے ہی بے بہرہ خیال کرتے ہیں۔ اور اُنہیں لاعلمی کے الزام میں عوام کی نمائندگی کے حق سے ہی برطرف کرنے کے احکامات صادر کرتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے حکمرانوں سے نجات دلائے جن کی عقل وفکر کے پیمانے مغرب سے مستعار لئے ہوئے ہیں اور جنہیں 'اسلام' کے نام کے علاوہ کسی اسلامی نظریے کی خبر تک نہیں!!

www.KitaboSunnat.com

آغاز میں ذکر کردہ ناظمین کی اپنے عہدوں سے سبکدوشی اسلامی جمہوریہ پاکستان کا کوئی انوکھا واقعہ نہیں تھا اور الیکشن ٹربیونل کا حالیہ فیصلہ بھی جدید مغربی تعلیم کے پروردہ لوگوں کی طرف سے کوئی پہلا گھاؤ نہیں۔ جب سے مسلم امہ سیاسی طور پر مغلوبیت کا شکار ہوئی ہے، اس وقت سے غیروں کی خصوصی 'نظر عنایت' کا مستحق مسلمانوں کا 'نظام علم' ہی رہا ہے۔ افسوس تو اس امر پر ہے کہ مملکتِ خداداد پاکستان میں تعلیم کی وزارت بھی ہمیشہ ایسے لوگوں کے قبضے میں رہی ہے جو مغربی مفادات کے اسیر بلکہ محافظ اور داعی رہے ہیں۔ جاوید اشرف قاضی کے تعلیم کے ضمن میں بیانات کے زخم ابھی بھرے نہیں تھے کہ یہ دل دوز خبر بھی سننے کو ملی کہ پنجاب کی نگران حکومت میں وزارتِ تعلیم کا قلمدان تہذیبِ مغرب اور فتنۂ اباحیت کے مرکز کنیئرڈ کالج کی مشہورِ زمانہ عیسائی پرنسپل میرا فیلبوس کے سپرد کر دیا گیا ہے۔

شہر علم 'لاہور' میں جو اسلامی تہذیب کا عظیم مرکز بھی ہے، دینی تعلیم کے کسی ادارے کے پاس اس اثر ورسوخ کا عشر عشیر بھی نہیں جو لاہور میں عیسائیوں کے کئی مشنری تعلیمی اداروں کو حاصل ہے۔ لاہور کے قلب میں بیسیوں عظیم الشان عمارتیں عیسائی سکولوں کے قبضے میں ہیں اور پنجاب کی آخری حکومت نے سرکار کے قبضہ قدرت سے ایک کالج جسے 'فارمین کرسچین کالج' کے نام سے جانا جاتا ہے، عیسائیوں کو 'واگزار' کرنے کا سنہرا کارنامہ بھی انجام دیا ہے جس کی اب براہِ راست نگرانی مغرب کر رہا ہے اور امریکہ اسے پوری سرپرستی اور گرانقدر مالی گرانٹ سے بھی نواز رہا ہے۔ پنجاب یونیورسٹی کے بالمقابل یہ عظیم درسگاہ تو اَربوں کی سرزمین اور انتہائی قیمتی اثاثے رکھتی ہے لیکن اسی شہر زندہ دلانِ لاہور میں کوئی ایک اسلامی ادارہ بھی ایسا نہیں جو اس کے سہیم وشریک یا مقابل ہونے کا دعویٰ ہی کر سکے۔

یہ ہے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے تعلیمی حالات کی ایک المناک جھلک...... اہل اقتدار کو یہ کھلے امتیاز مبارک ہوں، لیکن پاکستان کے غیور عوام دین کے خادم اداروں اور ان سے فیض پانے والے علما کی عظیم خدمات کے شاہد وامین ہیں۔ دینی مدارس نے ماضی میں قوم کے جذبہ قربانی وایثار پر انحصار کر کے دنیا کی عظیم الشان این جی او کی بنیادیں رکھی تھیں اور آج دو صدیاں گزرنے کے بعد بھی یہ نظام بدستور قوم کی بے لوث دینی خدمت میں مگن ومشغول ہے۔ برصغیر کے دینی مدارس کی یہ درخشندہ روایات اس بات کی روشن دلیل ہیں کہ اس قوم میں اسلام کے بے لوث خادم بڑی تعداد میں موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم مسلمانوں کو فہم واِدراک کی

www.KitaboSunnat.com

صلاحیت سے مالا مال فرمائے۔

اس صورتِ حال میں اس امر کی شدید ضرورت ہے کہ علم کے حوالے سے حکومت کے مغربی نظامِ تعلیم کی سرپرستی کو موضوعِ بحث بنایا جائے تاکہ عوام بھی سمجھ سکیں کہ اصل مسئلہ علم کے ہونے یا نہ ہونے کا نہیں بلکہ اصل سوال حکومت کا اسے سندِ قبولیت بخشنے کا ہے۔ ایک طرف قرآن اور فرمانِ رسالتؐ علم کس کو قرار دیتے ہیں اور دوسری طرف ہماری حکومتیں اسلامی نظریات کے برعکس صرف اسی کو عِلم قرار دینے پر مصر ہیں، جس پر مغربیت کی چھاپ نمایاں ہو۔ ایک وہ علم ہے جو انسان کو دنیا گزارنے کا سلیقہ سکھاتا ہے، حقوق اللہ اور حقوق العباد بتاتا ہے اور دوسرا وہ علم ہے جس نے آج مغربی تہذیب کو قائم کرکے انسانیت کو شرمندہ کردیا ہے۔ اکبر الہ آبادیؒ نے اسی تعلیم کے بارے میں برسوں قبل کہا تھا:

ہم ان کل کتابوں کو قابل ضبطی سمجھتے ہیں　　　جن کو پڑھ کے بچے باپ کو خبطی سمجھتے ہیں

اور علامہ اقبالؒ نے خواتین کے لئے اسی تعلیمِ افرنگ کی زہرناکی کے بارے فرمایا تھا:

جس علم کی تاثیر سے زن ہوتی ہے نازَن　　　کہتے ہیں، اسی علم کو اربابِ ہنر 'موت'

آج مسلمانوں کے ذلت وپستی میں گرجانے اور اجتماعی میدانوں میں پیچھے رہ جانے کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہم نے سیکولر فلسفہ پر ایمان لاتے ہوئے زندگی کے اہم میدانوں میں اسلام کی تعلیم کو پس پشت ڈال کر مغرب کے ملحدانہ نظریات کو سینے سے لگا رکھا ہے۔ آج ہماری مسلم یونیورسٹیوں میں بھی عین آکسفورڈ وکیمبرج کی طرح علومِ اسلامیہ کو بھی محض 'دینیات' کے ایک شعبے کے طور پر پڑھا پڑھایا جاتا ہے لیکن قانون، معیشت، سیاست اور ایجوکیشن کے میدان جن میں اسلامی ہدایات وخدمات اور شرعی اَحکام ومسائل کی لمبی چوڑی تفصیلات موجود ہیں، لادین نظام تعلیم کے ہی سپرد کردیے گئے ہیں۔ معاشرتی میدانوں میں ترقی اور ملت کے اجتماعی احیا کے لئے انتہائی ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلم یونیورسٹیوں میں اسلامی قانون، اسلامی معیشت، اسلامی سیاست اور اسلامی تعلیم وابلاغ کے شعبے خالص اسلامی نظریات کے تحت کام کریں جس میں کتاب وسنت کی بنیاد پر زندگی کے ان میدانوں میں اسلامی احکامات کی تعلیم دی جائے۔ یہی اسلام کا تقاضا ہے کہ اسے پورے دین کے طور پر اختیار کیا جائے وگرنہ اس کی برکات سے محرومی اور قوموں کی صف میں ذلت ہی ہمارا مقدر رہے گی......!

حافظ حسن مدنی (مدیر التعلیم جامعہ لاہور الاسلامیہ، رحمانیہ)

www.KitaboSunnat.com